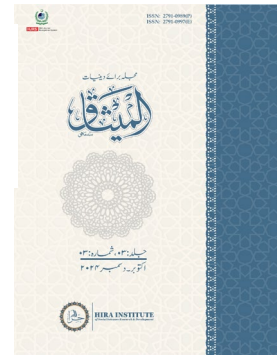




Article QR



دعا کی اہمیت اور انسان کی شخصیت پر اس کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

The Importance of Du‘ā (Supplication) and Its Impacts on Human Personality: A Research Analysis

1. Muhammad Sarwar
ssarwar24@gmail.com

PhD Scholar,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

2. Dr. Muhammad Afzal
afzal.is@pu.edu.pk

Assistant Professor,
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

How to Cite:

Muhammad Sarwar and Dr. Muhammad Afzal. 2024: "The Importance of Du‘ā (Supplication) and Its Impacts on Human Personality: A Research Analysis". *Al-Mithāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 142-154.

Article History:

Received:
25-11-2024

Accepted:
12-12-2024

Published:
31-12-2024

Copyright:

©The Authors

Licensing:



This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest:

Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing



Publisher



HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

دعا کی اہمیت اور انسان کی شخصیت پر اس کے اثرات کا تحقیقی جائزہ

The Importance of Du'ā (Supplication) and Its Impacts on Human Personality: A Research Analysis

1. Muhammad Sarwar

PhD Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
ssarwar24@gmail.com

2. Dr. Muhammad Afzal

Assistant Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.
afzal.is@pu.edu.pk

Abstract

This article explores the religious significance of *du'ā* (supplication) and its multifaceted effects on human personality. It begins by establishing that *du'ā* is the essence of worship, as emphasized in the *Qur'an* and *Hadith*. Through *du'ā*, an individual disconnects from all other dependencies and turns wholeheartedly toward Allah Almighty, which reflects the true spirit of servitude. The article identifies key impacts of *du'ā* on human personality, such as Self-Respect, Independence, and Detachment from Creation. *Du'ā* nurtures a sense of self-respect and self-reliance, as the supplicant places all hopes and needs before Allah alone. This elevates the individual above the servitude of worldly entities and strengthens their dignity by fostering reliance solely on Allah. *Du'ā* helps individuals overcome negligence by keeping them constantly connected to their purpose of life—worshipping Allah. It motivates high aspirations, encouraging individuals to focus on productive and meaningful pursuits, while protecting them from being trapped in trivial desires. Psychological conditions such as anxiety, restlessness, and despair often stem from weak faith or disconnection from Allah. *Du'ā*, coupled with strong faith, instills confidence, patience, and tranquility. It fosters trust in Allah's wisdom and mercy, shielding individuals from psychological turmoil. The article concludes that *du'ā* is not only a source of spiritual connection but also a transformative practice that enhances self-awareness, emotional stability, and focus on higher goals, enabling individuals to lead successful and fulfilling lives both in this world and the Hereafter.

Keywords: *Du'ā, Supplication, Self-Respect, Psychological Stability, Spiritual Connection, Patience, Confidence.*

تمہید

کائنات کے خالق کا اقرار اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کسی بھی قوم کے ہاں یہ تصور نہیں ملتا کہ وہ کسی نہ کسی انداز سے خالق کائنات کا اعتراف نہ کرتی ہو۔ یہی خالق کائنات جسے ماننا انسان کی فطرت میں شامل ہے، اسی کے سامنے جھک کر انسان کو سکون ملتا ہے، کیوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو بحیثیت خالق تسلیم کرنا انسان کی سرشت میں شامل ہے، اسی طرح اسے بحیثیت رب (پروردگار) ماننا بھی اس کی فطرت کی آواز ہے۔ انسان کے دل میں فطری طور پر یہ تقاضا موجود ہے کہ کوئی بہت بلند و برتر ہستی ہونی چاہیے جس کے پاس زندگی کے تمام معاملات سلجھانے اور تمام ضرورتیں پوری کرنے کا اختیار موجود ہو، جس کے سامنے اپنی ہر ضرورت اور خواہش بیان کی جاسکے اور وہ ہستی طلب کا جواب دے سکے۔ دعا انسان کے اسی فطری تقاضے کا جواب

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لیے بنایا ہے اور دعا عبادت کی کامل ترین صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ¹

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعا عبادت ہے، کیوں کہ شروع میں بندوں کو دعا کا حکم دیا گیا اور پھر اسی حکم کی تفصیل کے طور پر کہا گیا کہ عبادت سے تکبر کرنے والے جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ گویا دعا سے اعراض کرنے والوں کو عبادت سے تکبر کرنے والے کہا گیا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں دعا کو ہی عبادت قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الدعا هو العبادة²

دعا عبادت ہی ہے۔

ایک اور حدیث میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

الدعا مخ العبادة³

دعا تو عبادت کا مغز (نچوڑ) ہے۔

ان احادیث میں دعا کو عبادت سے تعبیر کرنے اور عبادت کا مغز کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا غیر اللہ سے مکمل کٹ جاتا اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہی عبادت کی حقیقت ہے۔ چنانچہ قاضی بیضاویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

الدعا هو العبادة الحقيقية التي تستأهل أن تسمى عبادة، من حيث إنه يدل على أن فاعله مقبل بوجهه إلى الله تعالى، معرض عما سواه، لا يرجو ولا يخاف إلا منه⁴

دعا ہی وہ حقیقی عبادت ہے جس کا نام عبادت رکھا جاسکتا ہے کیوں کہ دعا کرنے والا یکسو ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کے ماسوا سے منہ پھیر چکا ہوتا ہے، اسے اللہ کے علاوہ نہ کسی سے امید ہوتی ہے اور نہ کسی کا خوف۔

دعا کی اہمیت پر اس مختصر سی تمہید کے بعد ذیل میں انسان کی شخصیت پر مرتب ہونے والے دعا کے چند اہم اثرات کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

عزت نفس، خودداری اور مخلوق سے استغناء

انسان کے سامنے دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو قبول کر لے یا اس کی عبودیت کو ٹھکرا کر غیر اللہ کی عبودیت میں چلا جائے۔ ان کے علاوہ اس کے سامنے کوئی تیسرا راستہ نہیں۔ علم نفسیات کے اعتبار سے اس بات کو یوں واضح کیا جاسکتا ہے کہ انسان چونکہ ایک ایسا جاندار ہے جس کی بہت سی حاجتیں اور خواہشیں ہوتی ہیں، کیوں کہ خالق کائنات نے اسے ایک دل عطا کیا ہے۔ لہذا اپنی ان ضرورتوں اور خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے یا تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرے اور اگر اللہ سے وابستہ نہیں کرتا تو لازمی طور پر غیر اللہ کی غلامی میں جا پڑے گا۔ کیوں کہ انسان ایک ایسی حساس مخلوق ہے جو ارادے سے حرکت کرتی ہے اور اس ارادے کا رخ اگر اللہ کی طرف ہو تو اللہ کی غلامی ہوگی اور اگر غیر اللہ کی طرف ہو تو غیر اللہ کی غلامی ہوگی۔ اس حقیقت پر نبی کریم ﷺ کی درج ذیل حدیث دلالت کرتی ہے:

أحب الأسماء إلى الله ما تعبد به وأصدق الأسماء همام وحارث⁵

اللہ کے نزدیک محبوب ترین نام وہ ہیں جن سے تعبد کا اظہار ہو اور سچے ترین نام ہمام اور حارث ہیں۔

ہام کا معنی ارادہ کرنے والا ہے۔ "ہم" ارادے کے سب سے پہلے مرحلے کو کہا جاتا ہے، جبکہ حارث سختی اور کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔ چونکہ انسان ہمیشہ ارادے سے کسی کام کے لیے حرکت کرتا ہے اور ہر ارادہ کسی نہ کسی مراد پر منتہی ہوتا ہے۔ لہذا ہر بندے کی کوئی نہ کوئی مراد اور کوئی نہ کوئی محبوب ضرور ہوتا ہے، جس کے ساتھ اس کی ارادت و محبت وابستہ ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس حقیقت کا اظہار کرنے والے ناموں کو سچے ترین نام قرار دیا ہے۔ علامہ مناوی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

وأصدق الأسماء (همام) كشداد من هم عزم (وحارث) كصاحب من الحرث وهو الكسب وذلك لمطابقة الاسم لمعناه إذ كل عبد متحرك بالإرادة والهم مبدأ الإرادة ويترتب على إرادته حرثه وكسبه فإذا لا ينفك مسماهما عن حقيقة معنهما بخلاف غيرهما⁶

ہمام شدا کی طرح ہم سے (مبالغہ کا صیغہ) ہے جس کا معنی عزم کرنا ہوتا ہے اور حارث بروزن صاحب حرث سے ہے جس کا معنی کسب ہوتا ہے۔ (ان ناموں کو سچے ترین نام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نام اپنے معنی سے مطابقت رکھتے ہیں کیوں کہ ہر بندہ ارادے سے حرکت کرتا ہے اور اس کے ارادے پر اس کی محنت اور کمائی مرتب ہوتی ہے۔ اس لیے ان دونوں ناموں کے مسمی اپنے معانی کی حقیقت سے جدا نہیں ہو سکتے، ان کے علاوہ دوسرے ناموں کی یہ کیفیت نہیں ہے۔

دعا کرنے والا اپنی تمام تر حاجتوں اور خواہشوں کی بر آوری کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے، اس کا دل اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہوتا ہے۔ دعا اس کی یہ تربیت کرتی ہے کہ وہ اپنے دل کو اللہ کے علاوہ ہر مراد سے خالی کر دے اور یکسو ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اللہ کے علاوہ دنیا کی کسی شے کو اس قابل نہ سمجھے کہ جس کی خاطر اللہ کو چھوڑا جاسکے۔ اس سے اس کے دل میں عزت نفس اور خودداری پروان چڑھتی ہے اور وہ مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ دعا کے ساتھ اللہ کی غلامی میں آجانا بندے کو دوسری تمام غلامیوں سے آزاد کر دیتا ہے، خواہ اسے اس کا شعور ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ اسے پسند کرے یا ناپسند۔ کیوں کہ اصل غلامی بھی دل کی ہوتی ہے اور اصل آزادی بھی دل کی آزادی کا نام ہے، بعینہ اس طرح جیسے غنادل کے غنا کا نام ہے نہ کہ مال و دولت کی فراوانی کا نام۔

غفلت اور کوتاہ ہمتی سے نجات

انسان کو دنیا و آخرت میں نقصان پہنچانے والی عادتوں میں سے ایک اہم عادت غفلت ہے۔ غفلت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے مقصد حیات کو بھول کر اپنی حقیر اور پست خواہشات کا اسیر ہو جائے۔ اس کی زندگی انہی خواہشات کے ارد گرد گھومے جیسے اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ⁷

اور کافر فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ایسے کھاتے ہیں جیسے جانور کھاتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانہ ہے۔

ایسا انسان نہایت پست ہمت ہوتا ہے۔ بلند مقاصد کا حصول اور عالی ہمتی اس کا مطمح نظر نہیں ہوتی۔ لہذا وہ دنیا میں بڑے کام سرانجام دینے کی اہلیت سے بھی خالی ہوتا ہے۔ اس کے برعکس عالی ہمت انسان کبھی حقیر اور پست مقاصد پر قانع نہیں ہوتا بلکہ اس کا نصب العین ہمیشہ ایسے امور کی انجام دہی ہوتا ہے جو دنیا و آخرت میں اس کے لیے فائدہ مند ہوں۔

اللہ تعالیٰ انسان کو بعض اوقات مصائب و مشکلات سے بھی اسی لیے گزارتا ہے کہ وہ غفلت کا شکار نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کو اور اپنی آخرت کو یاد رکھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

أَمْ يَجِيبُ الْمُضْطَرِّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَمْ لَكُمْ مَعِ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَدْكُرُونَ⁸

یا وہ بہتر جو مجبور کی فریاد سنتا ہے جب وہ اسے پکارے اور برائی ٹال دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے۔
کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے بے بس آدمی کی دعا قبول کرنے اور اس کی تکلیف دور کرنے کو اپنے فضل اور نعمت کے طور پر ذکر کیا ہے اور اس کا مقصد یہ بتایا ہے کہ انسان تذکر سے کام لے۔ تذکر غفلت کا متضاد ہے، چنانچہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو، اس کے فضل و کرم کو، زندگی میں اس کی بے بہا نعمتوں کو، اسی طرح آخرت کے دن کو اور وہاں ملنے والے ثواب یا عذاب کو یاد رکھنا انسان کے لیے بے حد اہم ہے۔ کیوں کہ یہ یاد اسے تقویٰ، اعمال صالحہ اور اعلیٰ اخلاق و اطوار اپنانے پر ابھارتی ہے، جبکہ ان باتوں سے غفلت اسے پستیوں میں گرا دیتی ہے۔

دعا کا ایک اہم اور روشن پہلو یہ ہے کہ اس سے آدمی غفلت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو، اس کی عظیم بادشاہت اور قدرت کو اور اپنے مقصد زندگی یعنی عبادت خداوندی کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ لہذا دنیا اور آخرت کی سعادتیں اس کا مقدر بنتی ہیں۔ اسی لیے دین میں دعا کو ایک مسلسل اور ہمیشہ جاری رہنے والا عمل بتایا گیا ہے۔ دعا صرف اس لیے مشروع نہیں کی گئی کہ جب کبھی بندے کو کوئی حاجت ہو یا کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ دعا کر لے، بلکہ دعا تنگی اور خوش حالی دونوں حالتوں میں مشروع ہے۔ بندے کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ فقرا اور غمناکوں میں اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی کا محتاج سمجھے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

من سره أن يستجيب الله له عند الشدائد والكرب فليكثر الدعاء في الرخاء.⁹

جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ مشکلات اور کرب میں (اس کی دعائیں) قبول فرمائے تو اسے چاہیے کہ خوش حالی میں کثرت سے دعا کرتا رہے۔

علامہ مناویؒ اس حدیث پر لکھتے ہیں:

فتعين على من يريد النجاة من ورطات الشدائد والغموم أن لا يغفل بقلبه ولسانه عن التوجه إلى حضرة الحق تقديس بالحمد والابتهال إليه والثناء عليه إذ المراد بالدعاء في الرخاء كما قاله الإمام الحلبي دعا الثناء والشكرو الاعتراف بالمن وسؤال التوفيق والمعونة والتأييد والاستغفار لعوارض التقصير فإن العبد وإن جهد لم يوف ما عليه من حقوق الله بتمامها ومن غفل عن ذلك ولم يلاحظه في زمن صحته وفراغه وأمنه كان صدق عليه قوله تعالى: فإذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين فلما نجاهم إلى البر إذا هم يشركون.¹⁰

جو آدمی سختیوں اور غموں کے حملوں سے نجات چاہتا ہو، اس کے لیے لازم ہے کہ اپنے دل اور زبان کو جناب حق تعالیٰ کی طرف حمد و ثناء اور آہ و زاری کے ساتھ متوجہ رکھنے میں کبھی غفلت نہ کرے۔ کیوں کہ خوش حالی میں دعا سے مراد اللہ کی تعریف کرنا، اس کا شکر بجالانا، اس کے احسانات کا اعتراف کرنا، اس سے توفیق، اعانت اور مدد مانگنا اور اپنی تقصیر کے لیے اس کے حضور استغفار کرنا ہے۔ اس لیے کہ بندہ خواہ کتنی بھی محنت کرے، اللہ کے حقوق کو تمام و کمال ادا نہیں کر سکتا اور جو آدمی ان امور سے غفلت کرے اور اپنی تندرستی، فارغ البالی اور امن و عافیت میں اللہ کا دھیان نہ رکھے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے: جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کے لیے بندگی کو خالص کر کے اسے پکارتے ہیں لیکن جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو یکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس لیے جو آدمی دعا کو اس کی اصل حقیقت اور روح کے ساتھ عبادت سمجھتے ہوئے بجالائے تو وہ کبھی غفلت میں نہیں پڑ سکتا، بلکہ وہ دائمی طور پر حضوری کی کیفیت میں رہے گا اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔

اضطراب کا خاتمہ

نفسیاتی بیماریوں کا ایک بڑا سبب اضطراب ہوتا ہے۔ انسان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان جتنا مضبوط ہو، اتنی ہی اس کی دعا اضطراب کے خاتمے کے لیے مؤثر ہوتی ہے۔ کیوں کہ ایمان انسان کی خود اعتمادی کو بڑھاتا ہے، زندگی کی مشکلات پر صبر کرنا سکھاتا ہے اور روح میں ایک اطمینان کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ کسی بیماری کے علاج کی نوبت بیماری میں مبتلا ہونے کے بعد آتی ہے لیکن ایمان انسان کو بیماری میں مبتلا ہونے سے قبل بھی حفاظت فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے یاد کرے۔¹¹

اس حدیث کی شرح میں ابن بطلال فرماتے ہیں کہ جب تک میرا بندہ مجھے یاد رکھے، میں اسے اپنی حفاظت اور نگہبانی میں رکھتا ہوں۔¹² اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کچھ لوگ اللہ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور آپس میں اس کا مذاکرہ کرتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔¹³ امام نووی لکھتے ہیں کہ یہاں سکینت سے مراد اطمینان اور وقار ہے۔¹⁴ اس حدیث میں تلاوت کا یہ اجر بتایا گیا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کی ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کے تلاوت کرنے کی یہ کیفیت بتائی گئی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی سوال والی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت سے گزرتے تو تعوذ کرتے۔¹⁵ گویا نبی کریم ﷺ کی تلاوت ظاہری اعتبار سے بھی دعا کی کیفیت لیے ہوئے ہوتی تھی۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ پر ایمان کا فقدان غم، اضطراب، بے خوابی اور زندگی میں ناکامیوں کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْنَىٰ۔¹⁶

اور جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

اس آیت میں ذکر کا لفظ دعا کے معنی کو منضمن ہے کیوں کہ دعا ذکر ہی کی ایک صورت ہے۔ دعا ہو یا ذکر کی کوئی اور صورت، یہ آدمی کے دل میں اطمینان، ٹھہراؤ اور سکون پیدا کرتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ بلاشبہ اضطراب کا علاج ہے۔ جب بھی آدمی زندگی کی مشقتوں کے سامنے اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے، دعا اور ذکر اس کے لیے بہت بڑی ڈھال ہوتے ہیں جس سے کام لے کر انسان اپنے آپ کو قلق اور اضطراب وغیرہ سے بچا سکتا ہے۔

احساس گناہ کا خاتمہ

مؤمن کا اعتراف گناہ اور اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرنا اسے احساس گناہ سے بچا کر بہت سی نفسیاتی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ذہن کو گناہ کے خیال سے دور کرنے کی کوشش لاشعوری طور پر احساس گناہ کا خاتمہ کر دیتی ہے اور یہ احساس گناہ ہی ہوتا ہے جو آدمی میں کرب، بے خوابی، گھبراہٹ، پریشانی اور غم کی کیفیات پیدا کرتا ہے۔ مؤمن کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے رب سے اچھی امید رکھنے والا اور پر اعتماد ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ یہ امید اور اعتماد اسے احساس گناہ میں مبتلا ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں اس کے

ساتھ ہوتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔¹⁷ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ہمارا رب ہر رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے تو میں اس کی پکار کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے تو میں اسے بخش دوں۔¹⁸ ایک حدیث کے یہ الفاظ ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے اور ایک ایسی قوم لائے جو گناہ کرے، پھر اللہ سے مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ انہیں مغفرت عطا فرمائے۔¹⁹ ان تمام احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استغفار اور توبہ انسان کو احساس گناہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اضطراب سے بچاتے ہیں اور اس طرح اس کی نفسیاتی تندرستی کی ضمانت بنتے ہیں۔

علامہ ابن رجبؒ حدیث قدسی "إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي، غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أَلْبَانِي"²⁰ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ تیرے گناہوں اور خطاؤں کی کثرت کے باوجود میں تجھے معاف کر دوں گا اور میرے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے اور نہ میں اسے بہت زیادہ سمجھتا ہوں۔²¹ اس سے واضح ہوتا ہے کہ توبہ کے ذریعے نفسیاتی علاج کرنا احساس گناہ کی اہم ترین دوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچی توبہ کے ہوتے ہوئے ہر گناہ گار کے گناہوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے، خواہ یہ گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کیوں کہ توبہ انسان کے اندر اللہ کے عذاب سے نجات اور اس کی مغفرت کے پانے کی امید بیدار کر دیتی ہے۔ نتیجے کے طور پر انسان احساس گناہ سے اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تمام نفسیاتی تکلیفوں سے نجات پا جاتا ہے۔

شدید ذہنی دباؤ (Depression) کے خاتمے میں دعا کی تاثیر

غم، پریشانی، آنے والے وقت کی فکر اور کرب ایسے انفعالات ہیں جو انسان کو شدید ذہنی دباؤ میں لے جاتے ہیں۔ اس کیفیت کو عام طور پر ڈپریشن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کیفیت میں مبتلا آدمی اکثر اوقات خود کشی کے متعلق بھی سوچنے لگتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ (آنے والے وقت کی پریشانی) اور غم (ماضی پر تاسف) سے پناہ مانگا کرتے تھے۔²² دعا سے انسان کے دل کو راحت ملتی ہے اور غم، پریشانی، آنے والے وقت کی فکر اور کرب وغیرہ سے بھی نجات حاصل ہوتی ہے کیوں کہ دعا مانگنے والا اس امید بلکہ یقین کے ساتھ دعا مانگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: تمہارا رب حیا والا اور کریم ہے، وہ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ جب وہ اس کے سامنے ہاتھ اٹھائے تو وہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔²³ چنانچہ مؤمن کا اس امید کے ساتھ دعا مانگنا کہ اللہ تعالیٰ میری دعا قبول فرمائے گا، اس کے کرب، غم اور پریشانی کو ہلکا کر دیتا ہے، اس میں صبر و تحمل پیدا کرتا ہے اور فوری طور پر اس کے لیے قلبی راحت کا ذریعہ بنتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی یہ حدیث نہایت وضاحت کے ساتھ دعا کی اس تاثیر کو واضح کرتی ہے جس میں وہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد میں آئے تو ایک انصاری کو، جسے ابو امامہؓ کہا جاتا تھا، مسجد میں بیٹھے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آج تم نماز کے وقت کے علاوہ مسجد میں بیٹھے ہوئے دکھائی دے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بہت سی پریشانیاں لاحق ہو چکی ہیں اور قرضوں کے بوجھ سے دب چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں جن کے کہنے سے اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی دور فرمادے گا اور تمہارا قرض ادا کر دے گا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبح اور شام کے وقت یہ دعا پڑھا کرو: اللھم إني أعوذ بك من الهم والحزن، وأعوذ بك من العجز والكسل، وأعوذ بك من الجبن والبخل، وأعوذ بك من غلبة الدين وقهر الرجال وہ کہتے ہیں کہ میں نے انہی الفاظ کے ساتھ دعا مانگنا شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی ختم فرمادی اور مجھ سے قرض کا بوجھ ہٹا دیا۔²⁴

اس حدیث سے ذہنی دباؤ کے کم کرنے میں دعا کی جو تاثیر ہے، وہ واضح ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے سکھائے ہوئے الفاظ ایک اضافی معاملہ ہے۔ حدیث سے پتا چلتا ہے کہ پریشانی اور ذہنی دباؤ میں آدمی کو دعا کا سہارا لینا چاہیے اور اپنے آپ کو تقدیر یا حالات کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ نے مذکورہ حدیث کی شرح کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ اور اس جیسی تمام احادیث جو استعاذہ اور دعا پر مشتمل ہیں، ان میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے حالات میں انسان کو دعا کرنی چاہیے۔ یہی وہ صحیح ترین موقف ہے جس پر تمام اہل علم اور ہر زمانے میں ہر علاقے کے اہل فتویٰ کا اجماع رہا ہے۔ اس کے برعکس طبقہ زہاد اور اہل معرفت جو کچھ کہتے ہیں کہ ایسے حالات میں انسان کو چاہیے کہ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے دعا کو ترک کر دے، یہ بات درست نہیں۔²⁵

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں پریشانیوں سے نجات اور تنگیوں سے خلاصی کو استغفار کے فوائد میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے استغفار کو لازم پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا اور ہر پریشانی سے کشادگی عطا فرمائے گا اور اسے وہاں سے رزق بہم پہنچائے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا۔²⁶ یہ بات طے ہے کہ استغفار بھی دعائی کی ایک صورت ہے۔

بے خوابی کا علاج

رات اللہ تعالیٰ نے انسان کے آرام کے لیے بنائی ہے۔ رات کے وقت نیند کا نہ آنا اور بے خوابی سے کروٹیں بدلتے ہوئے رات گزارنا انسان کے لیے نہ صرف بجائے خود ایک پریشانی ہے بلکہ کئی دوسری پریشانیوں کا سبب بنتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے علاج کے لیے بھی دعا کی تلقین فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں جو حضرت بریدہؓ سے مروی ہے، آتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ مجھے رات کے وقت نیند نہیں آتی۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو اس طرح کہا کرو:

اللهم رب السموات السبع وما أظلت، ورب الأرضين وما أقلت، ورب الشياطين وما أضلت، كن لي جارا من شر خلقك كلهم جميعا أن يفرط علي أحد منهم أو أن يبغني، عز جارك وجل ثناؤك ولا إله غيرك ولا إله إلا أنت۔²⁷

اے اللہ! ساتوں آسمانوں کے اور ان کے سائے میں موجود ہر چیز کے رب، اور زمینوں کے اور ان پر موجود ہر چیز کے رب، اور شیطین کے اور ان کے گمراہ کردہ لوگوں کے رب، تو میرے لیے اپنی تمام مخلوق کے شر سے پناہ دینے والا بن جا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی کرے یا ظلم کرے۔ تیرا پڑوس بہت مضبوط ہے، تیری تعریف بلند ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

اس حدیث میں معلم انسانیت ﷺ نے دعا کو بے خوابی کے علاج کے طور پر تجویز کیا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نیند کی حالت میں گھبراہٹ اور خوف وغیرہ سے نجات کے لیے بھی آپ ﷺ نے دعا کی تلقین فرمائی ہے۔ جدید علم نفسیات اور مذہب کے نکتہ نظر سے نیند میں گھبراہٹ اور خوف کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس بات پر توافق ہے کہ یہ بعض صورتوں میں انسان کے لیے ایک بڑی مشکل بن جاتی ہے جس کے اثرات نہ صرف نفسیاتی ہوتے ہیں بلکہ یہ مشکل انسان کے لیے کئی جسمانی بیماریوں کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا کو علاج تجویز کرتے ہوئے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرا جائے تو اس طرح کہے "أعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشر عباده، ومن همزات الشياطين وأن يحضرون" ایسا کرنے سے

وہ (شیاطین یا شریر لوگ) اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔²⁸ گویا آپ ﷺ نے نہ صرف دعا کو اس مشکل کا علاج بتایا بلکہ مومن کو یقین بھی دلایا کہ یہ اس مشکل کا کارگر علاج ہے۔

جدید علم نفسیات اور علم طب اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اگر مریض کی سوچ کو مثبت بنا دیا جائے اور اس کے ذہن سے خوف نکال کر اعتماد فراہم کیا جائے تو بڑی تیزی سے وہ رو بصحت ہونے لگتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث کو علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں فی ہدیہ ﷺ فی علاج الفزع والأرق المانع من النوم کے تحت ذکر کیا ہے۔²⁹ اسی طرح ایک حدیث میں، جو حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے بستر پر جانے کے بعد یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی:

اللهم أسلمت نفسي إليك، وفوضت أمري إليك، ووجهت وجهي إليك، وألجأت ظهري إليك رغبة ورهبة إليك، لا ملجأ ولا منجى منك إلا إليك، أمنت بكتابك الذي أنزلت، وبنبيك الذي أرسلت۔³⁰
اے اللہ! میں نے اپنا آپ تیرے سپرد کر دیا، اپنا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں، اپنا رخ تیری طرف کرتا ہوں، تیری رحمت کی امید رکھتا اور تجھ سے ڈرتا ہوں، تیرے سوا کوئی ٹھکانہ اور جائے پناہ نہیں۔ تیری نازل کردہ کتاب پر اور بھیجے گئے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔

اس دعا کا لحن و غنا اور مضمون بھی قابل غور ہے۔ اس دعا کی ہیئت ترکیبی اور معانی خاص طور پر پر سکون نیند سے مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ دعا پڑھنے والے کو ذہنی طور پر ایسا ماحول فراہم کرتی ہے جو اسے اطمینان اور سکون دیتا ہے کہ اس نے اپنا آپ بھی اللہ کے سپرد کر دیا ہے، اپنے سب معاملات بھی اس کو سونپ دیئے ہیں اور مکمل طور پر اسی پر تکیہ اور اعتماد کر لیا ہے۔ یہی امور دنیا کی بے چینیاں ہوتی ہیں جو آدمی کی نیند میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ جب ایک آدمی ذہنی طور پر ان سے آزاد اور بے فکر ہو جائے تو نیند میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ سکتی۔ آپ ﷺ کی تلقین کی ہوئی اس دعا کا لحن بھی نیند کے موقع سے پوری مناسبت رکھتا ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے اعصاب کو راحت ملتی ہے اور نیند کے لیے تمہید کا کام دیتا ہے۔

احساس مظلومیت سے نجات کا ذریعہ

احساس مظلومیت ایک ایسا احساس ہے جو انسان کو نفسیاتی طور پر بالکل توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اگر مظلوم کسی بھی طریقے سے اس احساس سے نہ نکل سکے تو اس کی روح اور جسم پر اس کے بے حد منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس احساس سے نجات پانے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ دعا بھی ہے۔ جب مظلوم انسان ٹوٹے دل کے ساتھ کسی ایسی ذات کی بارگاہ میں اپنا مقدمہ پیش کر دے جس کے متعلق اسے یقین ہو کہ یہ مجھے ظالم سے انصاف دلانے کی پوری طاقت رکھتا ہے، تو اس سے اس کے مقہور دل اور ٹوٹے ہوئے دماغ کو ایک مرہم مل جاتا ہے۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یک بارگی تمام تر بوجھ اس کے سر سے اتر گیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

لَا يُجِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوَاءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا۔³¹

بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے مظلوم کو بددعا کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کی حکمت یہی ہے کہ وہ احساس ظلم سے باہر نکل سکے۔ یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ کسی پریشانی کے وقت کسی مخلص انسان کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دینے سے انسان کو سکون کا احساس ہوتا ہے۔ مظلوم کو صرف بددعا کی اجازت ہی نہیں دی گئی بلکہ اسے یقین دلایا گیا ہے کہ اس کی دعا ہر حال میں قبول ہوگی۔ احادیث نبویہ

میں یہ یقین کچھ اس طریقے سے دلایا گیا ہے کہ کسی اور کیفیت میں مبتلا آدمی کے لیے ایسے الفاظ نہیں ملتے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف گورز بنا کر بھیجا تو انہیں فرمایا:

اتق دعوة المظلوم، فإنها ليس بينها وبين الله حجاب۔³²

مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کی قبولیت اور اللہ کے مابین حجاب نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

تعليق للاتقاء وتمثيل للدعا، كمن يقصد دارالسلطان متظلماً فلا يحجب۔³³

دعا کی تمثیل اور اس سے بچنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسے ہے جیسے کوئی مظلوم بادشاہ کے دربار کا قصد کرے اور اس

کی داد رسی کر دی جائے۔

یعنی آپ ﷺ کا فرمان کہ مظلوم کی دعا اور اللہ تعالیٰ میں کوئی حائل نہیں، یہ جملہ اس بات کی علت بھی بیان کرتا ہے کہ اس کی بددعا سے کیوں بچنا چاہیے اور اس کی دعا کا منظر بھی پیش کرتا ہے کہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدمی ظلم کی فریاد لے کر شاہی محل میں جائے اور اسے بالکل نہ روکا جائے۔ ہمارے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ویسے بھی کوئی حجاب حائل نہیں ہے لیکن مظلوم کے دل کی تشفی کے لیے اور ظالم کی تنبیہ کے لیے یہاں بطور خاص اس امر کا ذکر کیا گیا ہے۔

عادات اور خیالات میں مثبت تبدیلی کا ذریعہ

دعا کا ایک اہم نفسیاتی فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے انسان منفی اور نقصان دہ عادات و اطوار اور افکار و خیالات سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے اور اس کے اندر مثبت تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، جو اسے اس کے اہداف و مقاصد کی تکمیل کی طرف لے جاتی ہیں۔ دعا کے درج ذیل پہلو اس بات کی وضاحت کرتے ہیں:

• نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعائے یقین کے ساتھ مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔³⁴ ایسا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ دعا کے انسان کی ذات پر براہ راست کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں اور یہ اثرات بھی انسان کے لیے اتنے ہی اہم ہیں جتنی دعا کی قبولیت اس کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔ کیوں کہ دعا کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسان جب بھی ہاتھ اٹھائے تو اسے محنت اور تنگ و دو کیے بغیر مقاصد حاصل ہوتے جائیں۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے:

ويؤيده قوله ﷺ: ادعوا الله وأنتم موقنون بالإجابة، وكذلك ينبغي للتائب والمستغفر وللعامل أن

يجتهد في القيام بما عليه من ذلك، موقناً أن الله تعالى يقبل عمله، ويغفر ذنبه۔³⁵

اللہ تعالیٰ پر حسن ظن اور یقین رکھنے کا مطلب ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں بھی پوری

محنت کرے اور اللہ سے اپنے مقصد کے حصول کا یقین رکھے۔ دعا کا یہ پہلو انسان کو محنت پر آمادہ کرتا ہے۔

• ایک حدیث میں حکم دیا گیا ہے کہ دعا مکمل عزم کے ساتھ مانگی جائے اور ڈھیلا ڈھالا اسلوب اختیار نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ

کا ارشاد ہے کہ:

لايقولن أحدكم: اللهم اغفر لي إن شئت، اللهم ارحمني إن شئت، ليعزم في الدعاء، فإن الله صانع

ما شاء، لا مكره له۔³⁶

تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ اللہ مجھے بخش دے اگر تو چاہے، اللہ تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے۔ بلکہ عزم و یقین

سے دعا کی جائے۔ یقیناً اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کوئی جبر نہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ دعائیں عزم اور پختگی کا اظہار نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان اپنے مقصد کو پانے میں سنجیدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ علامہ قرطبی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اس طرح کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ کسی انسان کی یہ کیفیت اس کے سست اور نکما ہونے کی مظہر ہوتی ہے۔ اس لیے جب وہ عزم و یقین کے ساتھ دعا مانگنے کا عادی ہو جائے گا تو یہ عزم اور پختگی اسے مقاصد کے حصول میں محنت اور تندہی پر آمادہ کرے گی۔³⁷ نتیجے کے طور پر اس کی زندگی میں مثبت تبدیلی آئے گی۔

• دعا کرنے والا انسان مشکل سے مشکل حالات میں بھی مایوس نہیں ہوتا بلکہ اس کے دل میں ہمیشہ اُمید کا دیار روشن رہتا ہے۔ یہ اُمید اس کو مزید مشکلات کا شکار ہونے سے بچاتی ہے۔ کیوں کہ دعا میں تکرار مستحب ہے اور دعا کی قبولیت میں جلد بازی کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے: باب تکریر الدعاء اس باب کے تحت انہوں نے حضرت عائشہؓ روایت درج کی ہے کہ جب آپ ﷺ پر جادو ہوا تو آپ مسلسل دعا کرتے رہے: قالت: سحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا و دعا۔³⁸ اسی معنی میں امام طبرانی نے الدعاء میں حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے کہ اللہ دعائیں الخ (تکرار و آہ و زاری) کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔³⁹ دوسری طرف دعا کو مسلسل جاری نہ رکھنا جلد بازی قرار دیا ہے اور اسے دعا کی قبولیت میں رکاوٹ بتایا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: یستجاب لأحدکم ما لم یعجل، یقول: دعوت فلم یستجب لی۔⁴⁰ دعا میں تکرار اور الخ کو جن حکمتوں کی بنیاد پر دین میں مستحسن قرار دیا ہے، ان میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ مایوسی کبھی انسان کے دل کے قریب نہ پھٹکے اور وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی پر اُمید رہے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر حدیث مبارکہ یستجاب لأحدکم ما لم یعجل کی شرح میں لکھتے ہیں: یقتضی الإلحاح علی اللہ فی المسألة وأن لا یبأس الداعی من الإجابة ولا یسأم الرغبة۔⁴¹ یعنی دعا میں جلد بازی نہ مچانے کا مطلب یہ ہے کہ دعاء میں الخ سے کام لیا جائے اور داعی قبولیت سے نا اُمید نہ ہو اور نہ اپنی رغبت سے آنتاہٹ کا شکار ہو۔ علامہ مناوی دعاء میں الخ کے مشروع ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الخ کرنے والے کی دعا مسلسل اور غیر منقطع ہوتی ہے۔ وہ اپنے رب سے مانگتا ہے اور قبولیت نہیں دیکھتا۔ پھر مانگتا ہے، پھر مانگتا ہے اور اسے قبولیت نظر نہیں آتی۔ اس طرح اس کی دعا مسلسل جاری رہتی ہے، اس کا الخ بڑھتا رہتا ہے اور اس کی اُمید میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔⁴²

حاصل بحث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دعا انسان کو عالی ہمت، مضبوط عزم و ارادے والا اور خود دار و غیور بناتی ہے۔ دعا کرنے والا انسان مخلوق کے سامنے سوال کی ذلت اٹھانے اور لوگوں سے امیدیں وابستہ کرنے کی بجائے کائنات کے خالق و مالک سے رابطہ کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ دعا ہی کے طفیل انسان پست ہمتی سے نجات پاتا ہے۔ دنیا کی چھوٹے چھوٹے مفادات کو اپنا ہدف بنانے کے بجائے بڑے بڑے اور عظیم اہداف کو پیش نگاہ رکھتا ہے اور انہیں پانے کے لیے تگ و دو بھی کرتا ہے۔ اس طرح وہ غفلت کی زندگی جینے سے بھی بچ جاتا ہے۔ فرائض حیات کی ادائیگی کے راستے میں بعض اوقات انسان پر نفسیاتی الجھنیں بھی وارد ہوتی ہیں۔ اس کا دل بچھ جاتا ہے اور وہ حوصلہ ہار بیٹھتا ہے۔ ایسے میں بہت ناروا قسم کے خیالات اس کے دل و دماغ پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ دعا انسان کو ان نفسیاتی الجھنوں سے بھی بچاتی ہے اور اگر انسان ایسی الجھنوں کا شکار ہو چکا ہو تو اس کے لیے بہترین اور کارگر علاج ثابت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کو اپنی تمدنی اور معاشرتی زندگی میں بعض اوقات اپنے ہی ابناء نوع کی دست درازی اور ظلم و تعدی کا نشانہ بننا پڑتا ہے اور اس ظلم کا اپنے دل و دماغ پر وہ بہت بوجھ محسوس کرتا ہے۔ دعائیں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ دعا انسان کے ذہن سے اس بوجھ کو بھی اُتار دیتی ہے اور معمول کی زندگی کی طرف لوٹ جانا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ دعا کرتے رہنے سے انسان ہمیشہ پر امید رہتا ہے،

مشکل حالات میں ہمت نہیں ہارتا، نتائج کو اللہ پر چھوڑ کر مسلسل اپنے فرائض حیات کو ادا کرتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح ایک طرف اس کی شخصیت میں مسلسل نشوونما جاری رہتی ہے اور دوسری طرف ایسا آدمی معاشرے کے لیے بھی ایک مفید فرد ثابت ہوتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- 1 سورة الغافر 60:40-
- 2 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، (ریاض: دار السلام، 2009ء)، کتاب الصلاة، باب الدعاء، رقم الحدیث: 1479-
- 3 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، (مصر: مطبعة مصطفى البابي الحلبي، 1975ء)، ابواب الدعوات، باب ماجاء في فضل الدعاء، رقم الحدیث: 3371-
- 4 البيضاوي، قاضي عبد الله بن عمر، تحفة الابراش شرح مصابيح السنة، (كويت: وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامية، 2012ء)، 2/9-
- 5 السيوطي، جلال الدين عبد الرحمن بن ابوبكر، جمع الجوامع المعروف بالجامع الكبير، (قاهرة: مطبعة الازهر، 2005ء)، ص 601-
- 6 المناوي، زين الدين محمد عبد الرؤف، فيض القدير شرح الجامع الصغير، (مصر: المكتبة التجارية الكبرى، 1356هـ)، 1/169-
- 7 سورة محمد 47:12-
- 8 سورة النمل 62:27-
- 9 الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء ان دعوة المسلم مستجابة، رقم الحدیث: 3382-
- 10 المناوي، فيض القدير شرح الجامع الصغير، 6/150-
- 11 البخاری، محمد بن اسمعيل، الجامع الصحيح، (بيروت: دار طوق النجاة، 1422هـ)، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى (ويحذرکم الله نفسه)، رقم الحدیث: 7405-
- 12 العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری بشرح صحيح البخاری، (مصر: المكتبة السلفية، 1390هـ)، 13/500-
- 13 مسلم، ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشيري، صحيح مسلم، (بيروت: دار احیاء التراث العربی، 1955ء)، كتاب العلم، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، رقم الحدیث: 2699-
- 14 النووي، محي الدين يحيى بن شرف، المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، (بيروت: دار احیاء التراث العربی، 1392هـ)، 17/21-
- 15 مسلم، صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، رقم الحدیث: 772-
- 16 سورة طه 20:124-
- 17 مسلم، صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الذكر والدعاء والتقرب الى الله، رقم الحدیث: 2675-
- 18 البخاری، الجامع الصحيح، كتاب الدعوات، باب الدعاء نصف الليل، رقم الحدیث: 6321-
- 19 مسلم، صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالتوبة والاستغفار، رقم الحدیث: 2749-
- 20 الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب في فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده، رقم الحدیث: 3540-
- 21 ابن رجب الحنبلي، ابوالفرج زين الدين عبد الرحمن، جامع العلوم والحكم، (دمشق: دار ابن كثير، 2008ء)، ص 835-
- 22 البخاری، الجامع الصحيح، كتاب الدعوات، باب الاستعاذة من الجبن والكسل، رقم الحدیث: 6369-
- 23 ابو داؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب الدعاء، رقم الحدیث: 1488-
- 24 ايضاً، باب في الاستعاذة، رقم الحدیث: 1555-

- 25 العینی، ابو محمد بدر الدین محمود، شرح سنن ابی داؤد، (ریاض: مکتبۃ الرشد، 1999ء)، 5/465۔
- 26 ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب فی الاستغفار، رقم الحدیث: 1518۔
- 27 الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، رقم الحدیث: 3523۔
- 28 ایضاً، رقم الحدیث: 3528۔
- 29 ابن قیم الجوزیہ، ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، (ریاض: دار عطاءات العلم، 2019ء)، 4/302۔
- 30 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ (انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشہدون)، رقم الحدیث: 7488۔
- 31 سورۃ النساء: 4: 148۔
- 32 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب الاتقاء والحذر من دعوی المظلوم، رقم الحدیث: 2448۔
- 33 العسقلانی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، 3/360۔
- 34 الترمذی، جامع الترمذی، ابواب الدعوات، رقم الحدیث: 3479۔
- 35 القرطبی، ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم، المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم، (دمشق: دار ابن کثیر، 1996ء)، 7/5۔
- 36 مسلم، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب العزم بالدعاء ولا یقل ان شئت، رقم الحدیث: 2679۔
- 37 القرطبی، المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم، 7/29۔
- 38 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب تکریر الدعاء، رقم الحدیث: 6391۔
- 39 الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، الدعاء، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1413ھ)، ص 28۔
- 40 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب یتستجاب للعبد ما لم یعجل، رقم الحدیث: 6340۔
- 41 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الاستذکار، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2000ء)، 2/526۔
- 42 المناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، 2/292۔